قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ابوسعید

Online Edition

بدھ 24 جون 2020ء | 03 ذوالقعدہ 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:151

ارشادِ باری تعالیٰ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
(الاحزاب41)

محمد تمہارے (جیسے) مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں
بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔
اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

فرمانِ خلیفہ وقت

پاکستان میں سیاستدان بھی اور علماء بھی وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی بہانے سے احمدیوں کے خلاف اپنا غبار نکالتے رہتے ہیں۔ ان کے خیال میں قوم کو اپنے پیچھے چلانے اور اپنا ہم نوا بنانے کا اور شہرت حاصل کرنے کا یہ سب سے آسان طریقہ ہے۔ اور سب سے بڑا ہتھیار جو مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے استعمال ہوسکتا ہے وہ ختم نبوت کا ہتھیار ہے۔ پس جب بھی کسی سیاسی پارٹی کی ساکھ خراب ہو رہی ہو، جب بھی کسی سیاستدان کی پسندیدگی کا گراف گر رہا ہو یا معیار کم ہو رہا ہو، جب بھی نام نہاد مذہبی تنظیمیں سیاسی شہرت حاصل کرنا چاہیں، دوسری تنظیم، دوسری سیاسی پارٹی یا دوسرے سیاستدان کو نیچا دکھانا چاہیں تو احمدیوں کے ساتھ ان کے تعلق جوڑ کر یہ کہتے ہیں کہ دیکھو یہ کتنا بڑا ظلم ہونے لگا ہے کہ غیر ملکی طاقتوں کے زیر اثر یہ لوگ احمدیوں کو مین سٹریم (main stream) مسلمانوں میں شامل کرنا چاہتے ہیں یا کر رہے ہیں جبکہ احمدی ان کے خیال میں ختم نبوت کے منکر ہیں۔ یہ نام نہاد اسلام کا درد رکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم ناموس رسالت پر آنچ نہیں آنے دیں گے اور کبھی ایسا ظلم نہیں ہونے دیں گے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ احمدیوں کو مسلمان کہا جائے اور پھر جب یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کی خاطر اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے اس پر دوسری پارٹی جو چاہے حکومت بھی کر رہی ہو اس کے نمائندے فوراً اسمبلی میں کھڑے ہو کر بیان دیں گے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ احمدیوں کو کوئی حق ملے بلکہ جو ایک پاکستانی شہری کی حیثیت سے جو تھوڑا بہت حق ہے چاہے وہ تیسرے درجہ کے شہری کی حیثیت سے ہی ہے، جو تھوڑے حقوق ملے ہوئے ہیں وہ یہ نعرہ لگائیں گے کہ وہ بھی لے لو۔ ہر ایک کے اپنے سیاسی ایجنڈے ہیں۔ ہر ایک کے اپنے ذاتی مفادات ہیں۔ لیکن اس میں تعلق نہ ہوتے ہوئے بھی احمدیوں کو زبردستی گھسیٹا جاتا ہے کیونکہ یہ بڑا آسان معاملہ ہے۔ غیر حکومتی ارکان اسمبلی بھی اور حکومتی ارکان اسمبلی بھی بڑھ بڑھ کر احمدیوں کے خلاف بولتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ دنوں پاکستان کی نیشنل اسمبلی میں ایک آئینی ترمیم کے الفاظ میں ردّ و بدل جو سیاسی پارٹی یا حکومتی پارٹی اپنے مفادات کے لئے کر رہی تھی اس کے سلسلہ میں یہی کچھ ہمارے دیکھنے میں آیا۔ پاکستان میں پچھلے دنوں میں بڑا شور مچا رہا اور میڈیا کے ذریعہ سے یہ سب کچھ دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ اس لئے اس بارے میں تو زیادہ بتانے کی ضرورت

بقیہ صفحہ 3 پر

اس شمارہ میں

- ساغرِ حسن تو پُر ہے کوئی مَے خوار بھی ہو (منظوم)
- وبائی امراض اور آفات سے محفوظ رہنے کے بارے میں دعاؤں کی تحریک
- حوادثِ طبعی یا عذابِ الٰہی
- Nick Name اور اسلامی ہدایات

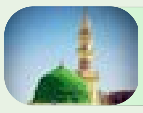

فرمانِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:۔

فَإِنِّی آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ مَسْجِدِی آخِرُ الْمَسَاجِدِ

میں نبیوں میں سے سب سے آخری ہوں اور میری مسجد تمام مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فَضْلِ الصَّلَاةِ بِمَسْجِدَیْ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

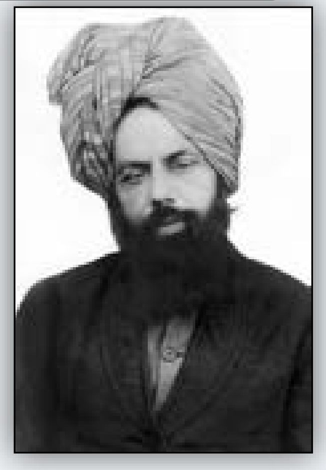

خاتم النبیین کا حقیقی مفہوم

’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنین، خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہوگئی تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے۔ ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی، وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آ کر ختم ہو گئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 341-342۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحیٰی اور ذکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اللّٰھم صل وسلّم و بارك عليه و اٰلِه و اصحابه اجمعين و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمين۔

(اتمام الحجۃ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

اداریہ

مادی اور روحانی امیون سسٹم

ہم نے دنیا میں بارہا دیکھا ہے کہ ہر نئی چیز یا آفت کچھ اصطلاحات متعارف کرواجاتی ہے جیسے Covid 19 نے قرنطینہ، اسمارٹ لاک ڈاؤن، امیون سسٹم یا ماسک وغیرہ متعارف کروائے۔ گو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اصطلاحات کوئی نئی نہیں ہیں۔ پُرانے وقتوں میں استعمال ہوتی رہیں مگر زبان زدعام نہیں۔ جیسے ہم روزنامہ الفضل کے سابقہ شماروں میں پڑھ آئے ہیں کہ حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری فلسطین جاتے اور حضرت مفتی محمد صادقؓ امریکہ پہنچ کر قرنطینہ میں رہے۔ اب Covid 19 کی وجہ سے یہ اصطلاحات عام بچوں کی زبان سے بھی سنائی دیتی ہیں۔ مجھے اس وقت مادی اور دنیاوی لحاظ سے ان اصطلاحات کی تشریح کرنا مقصود نہیں تاہم روحانی دنیا کے لحاظ سے مجھے کچھ کہنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مادی اور روحانی نظام کو ساتھ ساتھ بیان فرمایا ہے۔ جیسے مادی سورج کے مقابل روحانی سورج یعنی سیدنا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ، مادی چاند کے مقابل پر روحانی چاند یعنی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام، مادی ستاروں کے مقابل پر روحانی ستارے یعنی صحابۂ رسولؐ اور مادی پانی کے مقابل پر روحانی پانی یعنی الہام و وحی وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اس وبا میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کو بھی جہاں ہم اپنی مادی زندگیوں میں استعمال کر رہے ہیں اپنے روحانی معیاروں کو بڑھانے کے لئے ان کا استعمال کرنا چاہیے۔ جیسے

قرنطینہ

قرنطینہ یعنی کچھ عرصہ کے لئے ایک جگہ رہنے یا ٹھہرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاحی معنوں میں وبا کے دنوں میں کسی مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہو کر کسی مخصوص جگہ پر اپنے آپ کو Quarantine کرنے کو کہتے ہیں تا وبائی جراثیم ساتھ آنے کی صورت میں ان علامتوں کا پتہ لگایا جاسکے اور وہ وبائی اثرات دوسروں تک نہ پہنچنے پائیں۔

چونکہ ہماری روحانی زندگیوں میں بھی فضا روحانی بیماریوں سے بالعموم مکدّر رہتی ہے اس لئے ان روحانی بیماریوں اور ان کے بد اثرات سے بچنے کے لئے ہر مومن کو حکم ہے کہ وہ ان بداثرات سے خود بھی بچے اور ماحول بالخصوص اپنے اہل خانہ کو محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ (اٰل عمران:32) کہ اے مومنو! اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو حضرت خاتم الانبیاء سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم اور تمہاری اولادیں بد اخلاقیوں سے محفوظ رہیں گی۔ اس لئے ہر مومن کو ہر وقت اپنے آپ کو قرنطینہ میں سمجھنا چاہیے کہ وہ بھی محفوظ رہے اور دوسرے بھی اس سے محفوظ رہیں۔

اسمارٹ لاک ڈاؤن

ہم اپنی زندگیوں میں کرفیو کی اصطلاح سنا کرتے تھے لیکن اس وبا کے دنوں میں لاک ڈاؤن اور اسمارٹ لاک ڈاؤن کی اصطلاحات سننے میں آئی ہیں کہ اپنے آپ کو Covid 19 کے بداثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے آپ لاک ڈاؤن میں چلے جائیں یعنی معاشرتی میل ملاپ (Social Activities) کو محدود کر دیں۔ روحانی دنیا میں ایک مومن کو ہمیشہ اپنے آپ کو اخلاق سیئہ سے بچنے کے لئے لاک ڈاؤن میں رہنے کا حکم ہے۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں اَلدُّنۡیَا سِجۡنُ الۡمُؤۡمِنِ وَجَنَّۃُ الۡکَافِرِ (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب الدنیا سجن المؤمن) کہ دنیا ایک مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ اس حدیث میں سیدنا و امامنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک مومن کو پابندیوں میں رہ کر زندگی گزارنے کی تلقین کی ہے کہ ایک مومن پر زنا، شراب، چوری، ڈاکہ وغیرہ وغیرہ ممنوع ہیں اور یہ کیفیت لاک ڈاؤن جیسی ہی ہے۔

ماسک

ان وبائی دنوں میں بیماری کی روک تھام اور عدم پھیلاؤ کے لئے ماسک کے استعمال کی تلقین کی جارہی ہے بلکہ اب تو یہ کہا جارہا ہے کہ Covid 19 پر قابو پانے کا بہترین حل اور ذریعہ ماسک کا استعمال ہے۔ ہم نے بچپن میں کثرت سے دیکھا کہ بعض جانوروں کے منہ کو چھیکو (جالی نما ماسک) سے بند کر دیتے تھے تا ان سے کسی دوسرے جانور کو نقصان نہ پہنچے۔ یہی کیفیت روحانی دنیا میں انسان کی زبان کے متعلق ہے جس کے درست استعمال کی تلقین قرآن و حدیث اور سنت سے ہمیں ملتی ہے۔ تو روحانی دنیا میں استعارةً منہ پر ماسک چڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے اَلۡمُسۡلِمُ مَنۡ سَلِمَ الۡمُسۡلِمُوۡنَ مِنۡ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ (صحیح البخاری، کِتَابُ الِاِیمَانِ) کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

امیون سسٹم

امیون سسٹم (Immune System) جسے ہم اردو زبان میں قوت مدافعت بھی کہتے ہیں۔ ہر انسان کے اندر بیماریوں کے حملہ سے بچنے کے لئے ایک دفاعی نظام ہے۔ جب کوئی بیماری کسی پر حملہ آور ہوتی ہے تو اس انسان کا دفاعی نظام متحرک ہو کر اس بیماری کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر بیماری کا حملہ شدید ہو تو دفاعی نظام کمزور پڑ جاتا ہے اور انسان بیمار ہو جاتا ہے اسی لئے ڈاکٹرز Covid 19 میں ہر انسان کو امیون سسٹم مضبوط رکھنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں اور اس کو مضبوط کرنے اور رکھنے کے لئے پھل فروٹ، وٹامن، انڈے اور دودھ کے استعمال کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔

انسان کی روحانی زندگی میں بھی ایک امیون سسٹم ہے جس کو ہر آن اور ہر لحہ مضبوط رکھنا ہے ورنہ شیطان حملہ آور ہو کر نیکیوں کی جمع پونجی لے جائے گا۔ یوں مادی قوت مدافعت کے ساتھ ساتھ روحانی قوت مدافعت کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ وہ یوں کہ ان وبائی دنوں میں ہر بندہ تنہائی کی زندگی بسر کر رہا ہے اور معاشرتی میل ملاپ نہ ہونے کی وجہ سے اسے وافر وقت مل رہا ہوتا ہے۔ اس زائد اور فالتو وقت کو اپنے خالق حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر و شکر میں گزارے۔ نمازیں بروقت پڑھے، تلاوت قرآن کریم روزانہ کرے۔ نوافل کثرت سے پڑھے، استغفار کرے، دعاؤں میں وقت گزارے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرے، ایم ٹی اے دیکھے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات باقاعدگی سے خود بھی سنے اور اپنے اہل و عیال کو بھی سنوائے۔ یہ تمام چیزیں دراصل وٹامنز ہیں جن کے استعمال سے روحانی امیونٹی مضبوط ہو گی اور عفریت یعنی شیطان بآسانی حملہ آور نہ ہو گا۔

حال ہی میں ہم رمضان کے مبارک ایام سے گزرے ہیں جو فی ذاتہٖ روحانی امیون سسٹم کی مضبوطی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ہم ان نیکیوں کی پریکٹس کے عادی بھی ہو چکے ہیں۔ اس لئے ذرا سی کوشش اور تگ و دو سے ہم اپنی روحانی امیونٹی کو بڑھا سکتے ہیں بلکہ اس حد تک بڑھا اور مضبوط کر سکتے ہیں کہ شیطان باقی حصہ زندگی ہم پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے روحانی نظام مدافعت کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(ابوسعید)

ساغرِ حسن تو پُر ہے کوئی مَے خوار بھی ہو

ساغرِ حسن تو پُر ہے کوئی مَے خوار بھی ہو
ہے وہ بے پردہ کوئی طالبِ دیدار بھی ہو
وصل کا لطف تبھی ہے کہ رہیں ہوش بجا
دل بھی قبضہ میں رہے پہلو میں دلدار بھی ہو
رسمِ مخفی بھی رہے اُلفتِ ظاہر بھی رہے
ایک ہی وقت میں اخفا بھی ہو اظہار بھی ہو
عشق کی راہ میں دیکھے گا وہی روئے فلاح
جو کہ دیوانہ بھی ہو عاقل و ہشیار بھی ہو
اس کا در چھوڑ کے کیوں جاؤں کہاں جاؤں میں
اور دنیا میں کوئی اس کی سی سرکار بھی ہو
ہمسری مجھ سے تجھے کس طرح حاصل ہو عدو
حال پر تیرے او ناداں! نظرِ یار بھی ہو
بات کیسے ہو مؤثر جو نہ ہو دل میں سوز
روشنی کیسے ہو دل مہبطِ انوار بھی ہو
یونہی بے فائدہ سر مارتے ہیں وید و طبیب
اُن کے ہاتھوں سے جو اچھا ہو آزار بھی ہو
درد کا میرے تو اے جان فقط تم ہو علاج
چارۂ کار بھی ہو محرمِ اَسرار بھی ہو
دل میں اک درد ہے پر کس سے کہوں میں جا کر
کوئی دنیا میں مرا مونس و غم خوار بھی ہو
سالکِ راہ یہی ایک ہے منہاجِ وصول
عشق دلدار بھی ہو صحبتِ ابرار بھی ہو

(از کلامِ محمود)

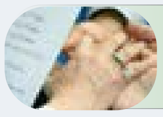

دربارِ خلافت

وبائی امراض اور آفات سے محفوظ رہنے کے بارے میں دعاؤں کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 22 مئی 2020 میں کورونا وبا کی وجہ سے دنیا کے موجودہ حالات کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

بعض لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مضمون 'حوادث طبعی یا عذاب الٰہی' کو لے کر آج کل جو وائرس کی وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے ملانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے تبصرے بھی کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور انور نے نصیحت فرمائی:

بہرحال ہمارا کام دعا کرنا اور دنیا کو سمجھانا اور اپنی حالتوں کو پاک بنانا ہے۔

حضور انور کی اس نصیحت کی روشنی میں قارئین کی سہولت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے جو دعائیں اس خطبہ میں بیان فرمائیں اور سامعین کو اپنے ساتھ دہرانے کا ارشاد فرمایا، پیش خدمت ہیں۔ خدا کرے کہ حضور انور کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ہم دعا کرنے والوں، دنیا کو سمجھانے والوں میں اور اپنی حالتوں کو پاک بنانے والے ہوں۔ آمین

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بعض اَور دعائیں بھی مَیں اس وقت پڑھوں گا وہ بھی آپ میرے ساتھ دہراتے رہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔ (سنن ابو داؤد کتاب الوتر باب مایقول الرجل اذا خاف قوما حدیث 1537)

ہم تجھے ان کے سینوں میں رکھتے ہیں یعنی تیرا رعب ان کے سینوں میں بھر جائے اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ (صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء عند الکرب حدیث 6346)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عظمتوں والا اور بڑا ہی بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرش کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو کہ آسمان و زمین اور عرش کریم کا رب ہے۔

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ۔ (سنن الترمذی ابواب القدر باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن حدیث 2140)

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فی الادعیۃ 2721)

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور غنیٰ مانگتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِكَ وَجَمِیْعِ سُخْطِكَ۔ (صحیح مسلم کتاب الرقاق باب اکثر اھل الجنۃ الفقراء ...... الخ حدیث 2739)

اے اللہ! میں تیری نعمت کے زائل ہو جانے، تیری عافیت کے ہٹ جانے، تیری اچانک سزا اور ان سب باتوں سے پناہ مانگتا ہوں جن سے تُو ناراض ہو۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (الاعراف: 24)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تُو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور گھاٹا پانے والوں میں ہوں گے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَۃً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ (آل عمران: 9)

اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دینا بعد اس کے جو تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے حضور سے رحمت عطا کرنا۔ یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (البقرۃ:202)

یعنی اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی کامیابی عطا کر اور آخرت میں بھی کامیابی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دعا ہے کہ

اے رب العالمین! مَیں تیرے احسانوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تُو نہایت ہی رحیم و کریم ہے۔ تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خالص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تُو راضی ہو جائے۔ مَیں تیرے وجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما، رحم فرما، رحم فرما اور دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کیونکہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین

(ماخوذ از مکتوباتِ احمدؑ جلد دوم صفحہ 159 مکتوب بنام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ مکتوب نمبر 3)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

نہیں۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہم نے کسی غیر ملکی طاقت سے نہ ہی کبھی یہ کہا ہے کہ ہمیں پاکستانی اسمبلی کے آئین میں ترمیم کروا کر قانون اور آئین کی نظر میں مسلمان بنوایا جائے۔ نہ ہی ہم نے کسی پاکستانی حکومت سے کبھی اس چیز کی بھیک مانگی ہے۔ نہ ہی ہمیں کسی اسمبلی یا حکومت سے مسلمان کہلانے کے لئے کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے، کسی سند کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کیونکہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کہا ہے۔ ہم کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھنے والے ہیں۔ ہم تمام ارکان اسلام اور ارکان ایمان پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ ہم اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف صاف اور واضح لکھا ہے۔ متعدد جگہ اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ جو ختم نبوت کا منکر ہے مَیں اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ وہ نہ احمدی ہے، نہ مسلمان ہے۔ پس ہمارے خلاف یہ شورش پیدا کی جاتی ہے اور ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں اور نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ نہایت گھٹیا اور گھناؤنا الزام ہے جو ہم پر لگایا جاتا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اکتوبر 2017)

بقیہ: nickname اور اسلامی ہدایات...... از صفحہ 7

اسی طرح اور کئی مواقع پر بھی آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو عائش کہہ کر پکارا۔

اسی طرح ایک موقع پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار اور شفقت بھرے انداز سے "عثیم" کہہ کر پکارا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

''اُكْتُبْ يَا عُثَيْمُ''، فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُنْزِلَهُ تِلْكَ الْمَنْزِلَةَ إِلَّا كَرِيمًا عَلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ''

(مسند احمد بن حنبل، سادس عشر الانصار، حدیث (السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا))

مندرجہ بالا دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پکارنے کے انداز میں شفقت اور محبت کا عنصر نمایاں ہو کر جھلکتا ہے۔ اس ضمن میں ہمیں یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ ہم اپنی طرف سے جو پیار بھرا نام یا nickname کسی کو دے رہے ہیں، کیا وہ انہی اصولوں کے مطابق ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دکھایا ہے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنے زعم میں کسی کو مخصوص نام سے پکارتا ہے مگر وہ دل ہی دل میں مخاطب شخص کو برا محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی یقینی بنانی چاہئے کہ اصل نام کی بے حرمتی نہ ہو اور نہ ہی اس نام کا مطلب مسخ ہو۔ اس سلسلے میں ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ سے نہایت خوبصورت راہنمائی ملتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اپنے بچپن کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک کتّا ہمارے دروازے پر آیا۔ میں وہاں کھڑا تھا، اندر کمرے میں صرف حضرت صاحبؑ تھے۔ میں نے اس کتّے کو اشارہ کیا اور کہا ''ٹیپو! ٹیپو!'' حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا ''تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم اُن کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو، خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔'' میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی، وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہوگئی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم اپریل 1958ء)

اس واقعے سے یہ مضمون واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی طرح کسی کے نام کی بے حرمتی نہ ہو اور کسی بھی طرح کسی کے نام کو نہ بگاڑا جائے کیونکہ یہ قرآنی حکم کی صریح خلاف ورزی ہے۔

ان تمام ہدایات کو مدنظر رکھتے ہو پیار اور محبت کے انداز سے nickname دینا جائز ہے بشرطیکہ نام کا تقدس پامال نہ ہو اور اس میں کسی قسم کا بگاڑ نہ آئے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام اوامر و نواہی پر کماحقہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆...☆...☆

حوادث طبعی یا عذاب الٰہی

(مضمون از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

(قسط اوّل)

یہ سوال بڑی دیر سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال سے انسانی ذہن کو الجھائے ہوئے ہے کہ حادثات طبعی کا کوئی تعلق اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں دو نظریات ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایک نظریہ اس امر پر مشتمل ہے کہ دنیا میں جتنے بھی حادثات واقع ہوتے ہیں یا آفات رونما ہوتی ہیں۔ یہ سب قوانین طبعی کے ماتحت خود بخود ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں اور انسان کے اعمال، اس کی نیکی بدی یا رسولوں کے انکار سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ دوسری طرف قدیم سے تمام قطعہ ارض پر بسنے والے اہل مذاہب کسی نہ کسی رنگ میں یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ عذاب اور آفات جب بھی غیر معمولی نوعیت اختیار کر جائیں تو قوانین طبعی کے دائرے سے نکل کر قوانین غیر طبعی کے حلقہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ان سب مذاہب میں خدائے واحد و یگانہ کا تصور تو نہیں ملتا جو اسلام نے پیش کیا ہے لیکن اپنے اپنے رنگ میں اس بات پر سب کا اتفاق نظر آتا ہے کہ عذاب اور آفات کسی باشعور ہستی کے فیصلے کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں۔ خواہ اس کا نام سورج دیوتا بیان کیا جائے، یا بادلوں کا خدا یا پہاڑوں کی روح یا سمندروں کی دیوی، وہ تمام مذاہب بھی جو خدا تعالیٰ کی مختلف صفات میں بعض خیالی خداؤں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ غیر معمولی آفات سماوی و ارضی کو غیر طبعی قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ وہ مذاہب جن میں توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ آج تک محفوظ چلا آ رہا ہے ان میں بھی اگرچہ نظریہ توحید کی تفاصیل میں کچھ نہ کچھ فرق ملتا ہے لیکن اس بات پر وہ بھی متفق ہیں کہ آفات سماوی یا حادثات طبعی ایک واحد خدا کی ناراضگی کا مظہر ہوتے ہیں۔ ان مذاہب میں سر فہرست اسلام ہے اس کے بعد یہودیت اور پھر عیسائیت جو بیک وقت توحید کی بھی دعویدار رہے اور تثلیث کی بھی۔

یہ ایک دلچسپ معمہ ہے اور آج کی دنیا میں جبکہ انسان طبعیات کے بہت سے گہرے اسرار کا واقف ہو چکا ہے ان تمام مصائب یا حوادث کے تہ بہ تہ عوامل اور محرکات کی گہری تحقیق کر کے بہت سے سربستہ رازوں پر سے پردہ اٹھا چکا ہے، یہ سوال مادہ پرست انسان کے لئے بھی اور اہل مذاہب کے لئے بھی دوہری اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ اہل مذاہب کے بارے میں یہ کہنا یقیناً درست ہو گا کہ آج یہ سوال پہلے سے کئی گناہ بڑھ کر اہم اور قابل توجہ بن چکا ہے کیونکہ پہلے دنیا جس خیال کو ظاہری مشاہدات کی بناء پر مانتے چلے آ رہے تھے۔ آج ان کے ہاتھ میں صرف ظاہری مشاہدہ کا ہتھیار ہی نہیں بلکہ عالم طبعی کی تہ بہ تہ جستجو کے نتیجہ میں جو حقائق وہ دریافت کر چکے ہیں وہ سب اس طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں کہ تمام امور قوانین طبعی کے طبعی نتیجہ میں اور کسی مافوق البشر ہستی کی دخل اندازی سے ان کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ اہل مذاہب اس کے برعکس ابھی تک اسی مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں جس پر وہ پہلے تھے۔ اور کوئی ایسی نئی تحقیق مذاہب کے ماننے والوں کی طرف سے پیش نہیں کی گئی جو اس موقف کی مزید تائید یا تصدیق کر سکے۔ کہ حوادث زمانہ کا کوئی تعلق کسی مافوق البشر ہستی سے ہے۔

جماعت احمدیہ چونکہ از سر نو بڑے زور دار اصرار کے ساتھ اس نظریئے کو دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے کہ حوادث اور مصائب کی صورت میں جو مظاہر طبعی ہمیں نظر آتے ہیں ان کا تعلق یقیناً اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ بھی ہے۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے کہ جماعت سے وابستہ محققین اور مبصرین اس مسئلہ کے ہر پہلو کی چھان بین کر کے صرف اس امر کی وضاحت کریں کہ جماعت احمدیہ کے اس نظریہ کا حقیقی مفہوم کیا ہے بلکہ اس نظریہ کی تائید اور تصدیق میں ایسے دلائل بھی پیش کریں جو نئے علوم کی روشنی میں بنائی ہوئی عقل کو مطمئن کر سکیں۔ آج دنیا کا جو انسان ہمارا مخاطب ہے وہ ہزار دو ہزار یا پانچ ہزار سال کے انسان کی نسبت مادی علم کے میدان میں اتنا آگے نکل چکا ہے کہ محض دعاؤں کی تکرار سے اور کسی نظریہ کو بلند آواز سے بیان کرنے کے نتیجہ میں ہر گز تسلی نہیں پا سکتا۔ پس مذہب اور لادینیت کی جنگ میں ایک یہ میدان ہے جو ابھی سر کرنے والا ہے۔ اس وقت تک تو اس معرکے کا جو نتیجہ ظاہر ہوا ہے وہ مذاہب کی شکست اور لامذہبیت کی فتح دکھائی دیتا ہے۔ یہ فتح اس حد تک نمایاں نظر آتی ہے کہ اہل اسلام کا بھی ایک بڑا طبقہ مادی نظریہ طبعیات سے متاثر ہو کر مافوق البشر مداخلت کے عقیدہ سے منحرف ہو چکا ہے۔ اگرچہ غیر معمولی مصائب کے وقت عامۃ الناس کبھی کبھی تو یہ زبان سے پکار اٹھتے ہیں کہ یہ تو عذاب اور چند دن کے لئے جب تک مصیبت ان کو گھیرے رکھے۔ اذانیں دے کر یا استغفار کر کے یا دعائیں مانگ کر اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع بھی کرتے ہیں لیکن عملاً ان مظاہر قدرت کو عذاب قرار دینے کے باوجود ان کی زندگی میں کوئی بنیادی فرق نہیں پڑتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ایک عارضی اور فانی خیال کی طرح دل و دماغ سے ایک مسافر کی طرح گزر جاتی ہے۔ مزید برآں عمومی رنگ میں حوادث کو عذاب الٰہی قرار دینے کے باوجود وہ قرآن کریم کے اس دعویٰ کی طرف پھر بھی توجہ نہیں کرتے کہ ان عذابوں کا تعلق محض بد اعمالیوں سے ہی نہیں بلکہ رسولوں کے انکار سے بھی ہے۔ بلکہ اس حد تک ہے کہ بد اعمالیوں کی سزا کے نتیجہ میں بھی یہ عذاب اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتے جب تک اللہ تعالیٰ کوئی تنبیہ کرنے والا پیغمبر ان میں نہ بھیج دے اور بر وقت متنبہ کر کے دنیا کو نیکیوں کی طرف بلانے کی کوشش نہ کرے۔

جماعت احمدیہ جو اس نظریئے کی بھی بڑے وثوق سے قائل ہے۔ روزمرہ اس سلسلہ میں تلخ تجربات کا سامنا کرتی ہے اور آئے دن احمدیوں کو ایسے دوستوں سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ملتا رہتا ہے جو غیر معمولی آفات کو عذاب الٰہی ماننے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس بات کو تسلیم کرنے پر ہرگز آمادہ نہیں ہوتے کہ عذابوں کے ظہور سے قبل اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح اور تنبیہ کے لئے آنحضور ﷺ کا امتی نبی بنا کر بھیجا ہے۔ یہی نہیں بلکہ احمدیوں کو اس سلسلہ میں بعض اوقات سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان پر یہ طعن کیا جاتا ہے کہ ہر مصیبت جو دنیا پر نازل ہوتی ہے تم اسے مرزا غلام احمد کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کر دیتے ہو۔ یہ کیا تمسخر ہے؟ چلی میں زلزلہ آئے یا چین کی سرزمین لرزش کھا رہی ہو۔ ترکی، اٹلی یا ایران کی عمارتیں تہہ و بالا ہو رہی ہوں یا ہزارہ اور مردان کی سرزمین قیامت کا نمونہ دیکھے۔ بارشیں آئیں، خشک سالی ہو آندھیاں چلیں یا ہوائیں بند ہو جائیں۔ غرضیکہ حوادث قدرت کوئی بھی کروٹ لیں تم لوگ بلا سوچے سمجھے ہر طبعی واقعہ کو مرزا صاحب کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرنے لگ جاتے ہو۔ ذرا سوچو کہ کیسا غیر معقول اور مضحکہ خیز طریق ہے۔ جس سے آج کی دنیا میں کوئی بھی متاثر ہونے کے لئے تیار نہیں۔ یہ باتیں سن کر بعض احمدی تو اظہار حسرت کے سوا اور کوئی قدرت نہیں رکھتے، بعض خود اس معاملہ میں متفکر اور متردد ہو جاتے ہیں کہ کہیں واقعۃً یہ محض ہمارا خیال ہی تو نہیں۔ جب سے دنیا بنی ہے آفات اور مصائب سے اہل دنیا کا واسطہ پڑتا ہی چلا آ رہا ہے پھر ہم کیسے ان طبعی واقعات کو صداقت مسیح موعود علیہ الصوٰۃ والسلام کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ سوچ کا سلسلہ کسی منزل پر رُک نہیں سکتا بلکہ اس خیال کے آتے ہی معاً تصور کی دوسری چھلانگ اس جانب لپکتی ہے کہ قرآن کریم میں کیوں حوادث طبعی کو بڑے اصرار اور تکرار کے ساتھ انبیاء کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور کیوں قرآن بکثرت اس مضمون سے بھرا پڑا ہے کہ خدا کے مرسل کے انکار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک کے بعد دوسری قوم کو ہلاک کیا اور صرف وہی باقی رکھے گئے جو ایمان لانے والے تھے؟ پھر کیوں قرآن کریم آنحضرت ﷺ کی تائید میں بھی بار بار یہی دلیل پیش کرتا ہے اور انسانوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ اگر رسولوں کے سردار ؐ کا انکار کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے جو سلوک کمتر درجہ کے انبیاء کے منکرین کے ساتھ کیا تھا وہی سلوک بلکہ اس سے بڑھ کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے منکرین سے بھی کیا جائے گا۔ اور خدا کا یہی سلوک اس بات کی گواہی دے گا کہ یہ رسول اپنے تمام دعاوی میں سچا تھا۔ پس اس منزل پر تصور کی چھلانگ کے مسئلے کو احمدیت کے دائرے سے نکال کر وسیع تر اور بلند تر اصولی سوال تک پہنچا دیتی ہے۔ کہ فی ذاتہ اس دعویٰ کی حقیقت کیا ہے؟ کیا کسی بھی مذہب کے لئے اصولاً یہ جائز ہے کہ حوادث زمانہ کو عذاب الٰہی قرار دے یا خدا تعالیٰ کے کسی مرسل کے انکار کا نتیجہ بیان کرے؟

اس تمہیدی بیان کے بعد جس سے مسئلہ کی اہمیت خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جس حد تک ممکن ہو اس کے مختلف پہلوؤں پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالوں اور اپنے دوسرے بھائیوں کو اس بارہ میں مزید فکر و تدبر کی دعوت دوں۔

احمدیت کا نظریہ

احمدی اپنے نظریہ کی بنیاد کلیتہً قرآن کریم پر رکھتے ہیں۔ اور نظریہ کے ہر پہلو کا استنباط بھی قرآن سے ہی کرتے ہیں۔ اس لئے جب میں احمدی نظریہ کہتا ہوں تو مراد یہ ہے وہ نظریہ جو جماعت احمدیہ کے نزدیک فی الحقیقت اسلامی نظریہ ہے۔ خواہ اسلام کے دوسرے فرقے اس سے اتفاق کریں یا نہ کریں۔ بہر حال احمدی نظریہ کے حسب ذیل پہلو خاص طور پر ذہن نشین ہونے چاہئیں ورنہ مادہ پرستوں کے ساتھ تبادلہ خیالات میں کئی پہلوؤں سے معاملہ الجھ سکتا ہے اور ایک احمدی کے لئے مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔

(1) احمدی ہرگز اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ دنیا میں رونما ہونے والے حوادث، مصائب اور زلازل کی طبعی وجوہات موجود ہیں اور یہ تمام امور قانون طبعی کے تابع رونما ہوتے ہیں۔ احمدیوں کے نزدیک مذہب کا خدا بھی وہی خدا ہے جو مادی عالم کا خدا ہے اور جن کو ہم قوانین طبعی قرار دیتے ہیں۔ وہ قوانین طبعی بھی اللہ تعالیٰ کی قدر کاملہ کے نتیجہ میں اور اس کے مقرر کردہ ضابطوں کے ماتحت کام کر رہے ہیں اگرچہ انسان نے تحقیق و جستجو کے بعد اور سلسلہ میں بہت کچھ دریافت کیا ہے لیکن قوانین طبعی کی جستجو کرنے والے منکرین اور محققین بلا استثناء اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ جستجو کا یہ سلسلہ لامتناہی ہے اور اسباب کی کڑیوں میں سے جس قدر بھی ہم دریافت کرتے چلے جائیں کسی کڑی کو بھی پہلی کڑی قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ہر سبب بذات خود ایک مسبب کا متقاضی ہے جس کا آگے کوئی سبب ہونا چاہئے۔ جب اس کو تلاش کیا جائے تو اس کا آگے کوئی سبب ڈھونڈنا پڑتا ہے جب اس کو تلاش کر لیا جائے تو اگلے سبب کی طرف رہنمائی کرتا ہوا ایک دروازہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کو بھی کھولو اور اس سے اگلے سبب کو تلاش کرو۔ غرضیکہ اسباب کا یہ سلسلہ جہاں تک انسانی عقل کی دسترس کا تعلق ہے لامتناہی ہے۔ پھر کون جانے کہ اصل سبب کون تھا یا کیا ہے۔ اور کہاں پہنچ کر یہ سلسلہ ختم ہو گا؟ قرآن کریم پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کا سبب اول بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے اور آخری نتیجہ بھی اسی کی ذات کی طرف لے جانے والا ہے وہ اول بھی ہے اور آخر بھی ہر چیز کا سرچشمہ بھی وہی ہے اور ہر چیز کا مرجع بھی وہی۔ ہم مسلمان جو روزمرہ گفتگو میں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کا ورد کرتے ہیں درحقیقت اس میں اسی بنیادی نظریہ کا اقرار اور اعادہ کیا جاتا ہے۔ پس جماعت احمدیہ قوانین طبعی کو قوانین مذہب سے علیحدہ کوئی خود مختار متوازی نظام تصور نہیں کرتی اس لئے یہ تسلیم کر لینے کے باوجود کہ بلاشبہ تمام مادی تغیرات قوانین طبعی کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں۔ یہ تسلیم کرتی ہے اور ان دونوں اعتقادات میں کوئی تضاد نہیں پاتی کہ تمام

قوانین طبعی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مقرر کردہ قوانین کے تابع کام کرتے ہیں اور وہ تمام قوت جو طبعی تبدل و تغیر کے وقت استعمال ہوتی یا خارج ہوتی ہے اس کا سر چشمہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔

(2) جماعت احمدیہ یہ اعتقاد رکھنے کے باوجود کہ غیر معمولی حوادث اور مصائب اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت سے تعلق رکھتے ہیں ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتی کہ ہر قدرتی حادثہ اور ہر تغیر اور تبدیلی عذاب الٰہی کی آئینہ دار ہوا کرتی ہے۔ عموماً ایک دنیادار مادہ پرست مذہبی نظریہ کو صحیح رنگ میں نہ سمجھنے کے نتیجہ میں معرض بن جاتا ہے اور کسی حد تک اس کے اعتراضات درست بھی ہوتے ہیں اگر انسان اپنی طرف سے کوئی نظریہ بنا کر مذہب کے سر تھوپ دے تو لازماً اس میں تضادات اور نقائص پائے جائیں گے۔ نتیجۃً غیر مذہبی طاقتوں کو موقعہ میسر آجائے گا کہ اس نظریئے کی خامیاں ظاہر کر کے یہ ثابت کریں کہ جس مذہب نے غلط نظریہ پیش کیا ہے وہ مذہب ہی جھوٹا اور ناقابل اعتماد ہے انسانی عقل اس کی رہنمائی کو قبول نہیں کر سکتی۔ یہی مصیبت تھی جس کا احیائے علوم کے زمانہ میں عیسائیت کو سامنا کرنا پڑا اور عیسائی پادری اپنے مذہب کی طرف ایسے خود ساختہ نظریات منسوب کر رہے تھے جن کا الہام الٰہی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یا تو وہ بگڑی ہوئی بائیبل کے فرضی قصے تھے یا آیات تورات کی غلط تشریحات پر مبنی مفروضے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انسان نے خصوصاً اہل یورپ نے جب قوانین قدرت کی چھان بین کی اور بہت سے انکشافات کو واضع طور پر عیسائیت کو ایک فرسودہ اور جھوٹا مذہب سمجھ کر ترک کرنا شروع کر دیا پھر یا تو کھلم کھلا انہوں نے عیسائیت سے بغاوت کی یا پھر عملاً اس طرح اس سے منحرف ہوگئے کہ گو زبان نے تو انکار نہ کیا لیکن اعمال نے اس کا جوا اُتار پھینکا اور ایک آزاد مادی اور مادہ پرست یورپین سوسائٹی رونما ہوئی۔ جو عیسائیت کی قید سے ہر عملی پہلو میں آزاد تھی۔ پس مسلمانوں کو اس المیہ سے یہ سبق سیکھنا چاہئے اور خصوصاً احمدیوں کو کہ وہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے کوشاں ہیں۔ غیر معمولی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ اور کسی نظریہ کو مذہب کی طرف منسوب نہ کرنا چاہئے جس کا مذہب دعویدار نہ ہو۔

جہاں تک قرآن کریم، احادیث نبویہ، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہیں بھی اسلام کا دعویٰ نظر نہیں آتا کہ ہر طبعی حادثہ اور تغیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا حکم رکھتا ہے۔ ہاں یہ دعویٰ ضرور ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسا اوقات مادی اور طبعی قوانین کو ان مادی طاقتوں کی ہلاکت پر مامور کر دیا جو روحانی اور مذہبی اقدار کو مٹانے کے درپے تھیں۔ پس جب بھی یہ صورت ظاہر ہو کہ مادی نظریات روحانی نظریات سے ٹکرا جائیں اور مادی طاقت مذہبی اقدار کے خلاف علم بغاوت بلند کرے اور سرکشی میں بڑھتی چلی جائے۔ تو ایسی صورت میں قرآنی نظریہ کے مطابق قوانین طبعی کو ہی ایسی مادی طاقتوں کو مٹانے یا مغلوب کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے یا انگریزی محاورے کے مطابق To set a thief to catch a thief کا منظر نظر آتا ہے یعنی وہ لوگ جو کسی مافوق البشر طاقت کے منکر اور صرف موجود مادی دنیا کے ہی قائل ہوتے ہیں انہی کی مسلمہ موجود مادی دنیا کو ان کی ہلاکت اور تباہی پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ ایسے واقعات کو مذہبی اصطلاح میں عذاب الٰہی کا نام دیا جاتا ہے اور اس نظریئے سے کوئی ٹکراؤ یا مقابلہ نہیں کہ ایسے واقعات اپنے پس منظر میں طبعی عوامل رکھتے ہیں۔ مثلاً فرعون کی غرقابی کے واقعہ کو ہی لے لیجئے۔ نیل کے ڈیلٹا میں فرعون اپنے قافلے سمیت غرق ہوا۔ روزانہ دو مرتبہ جوار بھاٹا آیا ہی کرتے تھے۔ اب ان گنت سالوں سے یعنی جب سے دریائے نیل وجود میں آیا۔ اس کا پانی سمندر میں داخل ہوتے ہوئے وقت روزانہ اسی اتار چڑھاؤ کا منظر پیش کرتا رہا۔ خدا جانے کتنے جانور یا ابتدائی انسان یا ابتدائی ہیئت کے انسان یا بعد کے غیر مہذب خانہ بدوش قبائل، غلط اندازوں یا کم علمی یا لاعلمی کی وجہ سے اس جوار بھاٹا کی نذر ہوگئے۔ لیکن نہ تو قرآن مجید نے، نہ کسی اور مذہبی صحیفہ نے اس جوار بھاٹا کے نتیجہ میں مرنے والوں کو عذاب الٰہی کا مورد قرار دیا۔ پس قانون قدرت بلاشبہ اپنی روش پر جاری و ساری ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ہر مہلک تغیر کو نہ عذاب الٰہی قرار دیا جا سکتا ہے نہ اسلام اس کا دعویدار ہے۔ ہاں بعض صورتوں میں جن کا قدرے تفصیلی ذکر آگے چل کر کیا جائے گا۔ یہی مظاہر قدرت مذہبی اصطلاح میں عذاب الٰہی کا نام پا لیتے ہیں اور اپنے ساتھ شواہد رکھتے ہیں اور ایسے قوی دلائل ان کی تائید میں کھڑے ہوتے ہیں کہ ایک مادہ پرست بھی اگر انصاف سے کام لے تو خود اپنے عقلی معیار کے مطابق بھی یہ ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس معین واقعہ کے وقت جسے مذہب عذاب قرار دیتا ہے ایسے غیر معمولی عوامل ضرور موجود تھے جو بظاہر روزمرہ کے واقعہ کو ایک امتیازی اور استثنائی حیثیت دیتے ہیں۔ ابھی ہم نے فرعون کے غرق ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اسی مثال پر اب ذرا مزید غور فرمائیں۔ میرا مدعا خوب واضع ہو جائے گا۔

ایک خاص دلچسپی کی بات جو قرآن کریم کے بیان سے معلوم ہوتی ہے اور قرآن کریم کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ وہ یہ ہے کہ غرق ہوتے وقت فرعون نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں تو مجھے بچالے! تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:۔

فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً

(سورہ یونس، آیت 93)

(ترجمہ) پس اب ہم تیرے بدن (کے بقاء) کے ذریعے سے تجھے (ایک جزوی) نجات دیتے ہیں تا کہ جو لوگ تیرے پیچھے آنے والے ہیں ان کے لئے تو ایک نشان ہو۔

اس بیان کی حیثیت تو صرف دعویٰ کی ہے جو ایک غرق ہوتے ہوئے انسان اور خدا کے درمیان ایک مکالمے کو پیش کر رہا ہے بظاہر اس کی چھان بین اور صداقت کے جائزہ لینے کا کوئی ذریعہ نہ تو آج انسان کے پاس ہے نہ اس وقت کے انسان کے پاس تھا کیونکہ ایک مرتے ہوئے انسان اور خدا کے درمیان جو باتیں ہوئیں ان کو ان دونوں کے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

جب ہم اس مکالمہ پر غور کرتے ہیں جو ایک دہریہ کے لئے یا مادہ پرست کے لئے مبینہ طور پر خدا تعالیٰ فرعون کے مابین ہوا تو قرآن کا دوسرا دعویٰ ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ فرعون کا غرق ہونا کسی اتفاقی حادثہ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ مشیت الٰہی کے مطابق موسیٰؑ کے انکار اور مخالفت اور بغاوت کی سزا کے طور پر پیش آیا۔ یہاں تک کہ آخری وقت میں خود غرق ہونے والے نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور مرنے سے پہلے اس خدا کی طرف رجوع کیا جسے وہ بنو اسرائیل کا خدا قرار دیتا ہے۔ فرعون کا کہنا کہ

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(سورہ یونس، آیت 91)

(ترجمہ) ’’میں ایمان لاتا ہوں کہ جس مقتدر ہستی پر بنو اسرائیل ایمان لائے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور سچی فرمانبرداری اختیار کرنے والوں میں سے ہوتا ہوں‘‘۔ اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ وہ دعا کے وقت اس بات میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دینا چاہتا تھا کہ جس خدا سے وہ مانگ رہا ہے وہ کونسا خدا ہے۔ چنانچہ بڑی وضاحت سے وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ وہ اس خدا سے نجات مانگ رہا ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ڈوبتے وقت ایسا خوف و ہراس اس پر طاری تھا کہ وہ غیر مبہم الفاظ میں اپنی شکست کو تسلیم کرنے پر تیار ہو چکا تھا اور اس کی گنجائش باقی نہیں رہنے دینا چاہتا تھا کہ اس میں انانیت کی رگ باقی ہے۔ چنانچہ کھلم کھلا شکست تسلیم کر کے اس رب سے مانگتا ہے جس کی بنو اسرائیل عبادت کرتے تھے۔

بہر حال یہ بات قطعی ہے کہ قرآن کریم کے پیش کردہ اس مکالمہ کے مطابق خود فرعون کو بھی مسلم تھا کہ یہ حادثہ نہیں عذاب الٰہی ہے اور فرعون کی اس التجا کے جواب میں خدا تعالیٰ نے جواب دیا وہ ہمارے نقطہ نگاہ سے یعنی اس مسئلہ کے لحاظ سے جس پر ہم بحث کر رہے ہیں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ جواب محض ایک دعویٰ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ دعویٰ کی صداقت کی تائید میں ایک ناقابل تردید ثبوت بھی پیش کرتا ہے۔ جو اس مکالمہ کے ایک ایک نقطہ کی صداقت پر گواہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس واقعہ کو جو ہر چند طبعی قوانین کے تابع ظاہر ہوا تھا۔ ایسے لکھوکھا واقعات سے الگ اور ممتاز کر کے پیش کرتا ہے وہ جواب یہ تھا (اور یہاں ہم ترجمہ کی بجائے تفسیری مفہوم پیش کریں گے) کہ چونکہ تو اپنی روح کی نجات کی خاطر ایمان نہیں لا رہا اور تمام نشانات کو رد کر چکا ہے اور سب مواقع کھو چکا ہے جن سے استفادہ کی صورت میں تیری روح کو نجات مل سکتی تھی۔ اس لئے آج تیری روح کو نجات دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں تجھے اپنے بدن کو بچانے کا خوف لاحق ہے اس لئے ہم تیری اس التجا کو اس رنگ میں قبول کریں گے کہ تیرے بدن کو بچالیں گے اور تیری لاش کو محفوظ کرنے کا انتظام کریں گے تا کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے تو ہمیشہ عبرت کا سامان مہیا کرتا رہے اور تیرا بدن دوسروں کی نجات کو موجب ہو سکے۔ یہ نہایت لطیف جواب محض دعویٰ نہیں صداقت کا ثبوت خود اپنے ساتھ رکھتا ہے جس وقت قرآن کریم کے اس مکالمے سے آنحضور ﷺ نے بنی نوع انسان کو مطلع فرمایا اس وقت تک فرعون کے متعلق یہ نظریہ تو موجود تھا کہ دریائے نیل کے ڈیلٹا میں غرق ہو گیا لیکن اس کے بدن کی حفاظت اور آئندہ آنے والوں نسلوں کی عبرت کا سامان بننے کا کوئی تصور نہ تو کسی مذہبی صحیفہ میں موجود تھا نہ تاریخی کتاب میں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی زبان سے یہ اعلان کروایا کہ ہم نے فرعون سے اس کی لاش کے بچانے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اس رنگ میں محفوظ کی جائے گی کہ بنی نوع کے لئے عبرت کا سامان مہیا کرے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں یہ ایک ایسا دعویٰ تھا اگر سچا تھا تو دعویٰ کرنے پر کسی انسان کو قدرت نہ ہو سکتی تھی جب تک خود اللہ تعالیٰ اس کی خبر نہ دے۔ اس زمانے میں بھی فرعون کی لاش کا کوئی پتہ نہ تھا۔ اور اگر اس دعویٰ کو انسان کا خود ساختہ دعویٰ قرار دیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسا دعویٰ کرنے والا خود اپنی تکذیب کے سامان فراہم کر رہا ہے جو سراسر عقل کے خلاف بات ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے زمانے میں آپؐ کے صحابہ سے اس آیت کے نزول کے بارہ میں سوال کیا جاتا کہ فرعون کی لاش محفوظ کرنے کی خبر اگر خدا نے دی ہے تو وہ لاش کہاں ہے؟ کس طرح محفوظ ہوئی اور کیسے عبرت کا سامان بنی؟ تو کوئی صحابی اس کا جواب دینے پر قادر نہ ہوتا۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی راہنمائی فرماتا۔ اگر بعد کی نسلوں سے یہی سوال دوہرایا جاتا۔ تو سائل ہمیشہ اپنے مخاطب کو گنگ اور لاجواب پاتا۔ نہ تو پہلی صدی کے مسلمان مخاطب اس کا جواب دے سکتے تھے نہ دوسری صدی کے مسلمان مخاطب، تیسری صدی کے مسلمان بھی اس کے جواب سے لاعلم تھے۔ چوتھی صدی کے بھی اور پانچویں اور چھٹی صدی کے بھی یہاں تک کہ چودھویں صدی میں وہ چاند طلوع ہوا جس کے عہد میں اسلام کو غلبہ نو کے سامان فراہم کئے جانے تھے۔ اس وقت کسی مسلمان محقق نے نہیں بلکہ خود عیسائی محققین نے اس فرعون کی لاش کو محفوظ صورت میں دریافت کر لیا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کر کے غرقابی کی سزا پائی تھی اور آج یہ لاش قرآن کریم کی صداقت پر گواہی دیتی ہوئی اہل بصیرت کے لئے عبرت کا سامان مہیا کر رہی ہے اور ساتھ ہی قرآن کریم کے پیش کردہ تمام مکالمہ کی صداقت کا اعلان کر رہی ہے۔ جو قرآن کریم نے فرعون کے آخری لمحات کا نقشہ کھینچنے کے لئے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

اس کا ایک پہلو یہ تھا کہ فرعون کا غرق ہونا نیل کے ڈیلٹا میں غرق ہونے والے لکھوکھا انسانوں سے مختلف حیثیت رکھتا تھا۔ اس ایک واقعہ کو ہم عذاب الٰہی قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ایسے ہی دوسرے لاکھوں واقعات محض حادثات کا نام پاتے ہیں۔

(3) مادی تغیرات اور طبعی قوانین کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں جب

عذاب کا نام پاتی ہیں تو ان کے ساتھ کچھ علامتیں اور کچھ شرائط پائی جاتی ہیں اور یونہی بلاوجہ کسی تبدل وتغیر کو عذاب کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

(4) ایسے تمام حوادث زمانہ جو مذہبی اصطلاح میں عذاب کا نام پاتے ہیں ان کے نتیجہ میں بعض اہم مقاصد حاصل ہوتے ہیں جن کا ذکر آئندہ چل کر کیا جائے گا۔ اس کے برعکس روزمرہ کے حوادث اگرچہ کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور پیدا کرتے ہیں۔لیکن جن مذہبی مقاصد سے عذاب کا تعلق ہوتا ہے عام حوادث کے نتیجے میں وہ رونما نہیں ہوتے۔

(5) قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ قوانین طبعی کے نتیجہ میں جس قسم کے تغیرات بھی رونما ہوسکتے ہیں۔مختلف اوقات میں ان میں سے ہر ایک تغیر کو عذاب الٰہی کا ذریعہ بنایا گیا اور آئندہ بھی بنایا جاسکتا ہے اسی طرح انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں کے نتیجہ میں یا دیگر عوامل کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی جنگوں اور فتنہ و فساد کو بھی بعض مخصوص حالات میں عذاب الٰہی کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالاامور کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جماعت احمدیہ عذاب الٰہی کا جو اسلامی فلسفہ پیش کرتی ہے اس کا مادہ پرستوں کے نظریہ سے بالواسطہ کوئی ٹکراؤ نہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دنیا دار مادہ پرست حوادث زمانہ کو طبعی محرکات اور موجبات کا نتیجہ قرار دینے پر ہی اکتفا کرتا ہے جبکہ اسلام اس حد تک اس مادی فلسفہ کی تائید کرنے کے علاوہ یہ زائد بات بیان کرتا ہے۔ اگرچہ تمام حوادث کی کوئی طبعی وجہ موجود ہے اور خدا تعالیٰ کی منظم تخلیق اور کامل نظام خلق کا تقاضا بھی یہی ہونا چاہئے تھا۔لیکن بات یہی ختم ہوجاتی بسااوقات اللہ تعالیٰ بلند تر مذہبی مقاصد کے حصول کے لئے انہی طبعی ذرائع کو استعمال کرتا ہے ہم خود اس کے پیدا کردہ ہیں اور اسی کے تابع ہیں۔ جب ایسا ہو اور حوادث زمانہ کو سزا یا تنبیہ کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس وقت یہی طبعی قوانین جو نتیجہ ظاہر کرتے ہیں اس کا نام عذاب الٰہی رکھا جاتا ہے اس کے برعکس قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہے کہ طبعی قوانین کو جیسا کہ بعض اوقات رضائے الٰہی کے خاص اظہار کے لئے ہی مسخر کیا جاتا ہے اور جب بھی ایسا ہو طبعی تغیرات کے نتیجہ میں کسی قوم یا اشخاص کے لئے غیر معمولی فضل اور رحمت کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو جہاں عذاب الٰہی سے ڈرایا وہاں ایمان کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں اور رحمتوں کا وارث بننے کا وعدہ بھی دیا اور اس بات کی ترغیب دی کہ بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے قوانین طبعی کو اپنا دشمن بناؤ اور اس کو راضی کر کے قوانین طبعی کو اپنا غلام اور خدمت گار بناؤ۔سورہ نوح میں اس مضمون کو نہایت لطیف رنگ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سے اسلامی فلسفہ عذاب و ثواب بڑی آسانی سے واضح ہوجاتا ہے۔ اس امر سے تو ہماری دنیا بخوبی آگاہ ہے کہ حضرت نوحؑ کے لئے قوم پر بکثرت بارش کے ذریعہ عذاب بنایا گیا لیکن عام طور پر اس حقیقت سے لوگ بے خبر ہیں کہ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق یہی بارش رحمت الٰہی کا منظر بھی بن سکتی تھی۔ ایک امر تو بہرحال مقدر ہوچکا تھا کہ طبعی قوانین کے نتیجہ میں اس علاقہ میں جہاں حضرت نوحؑ کی قوم آباد تھی۔ بکثرت بارشیں برسنے والی تھیں۔اس امر کا فیصلہ کہ یہ بارش رحمت کی ہو یا عذاب کی، قوم نوحؑ پر چھوڑ دیا گیا۔حضرت نوحؑ کہتے ہیں:۔

فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۔یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ۔وَّ یُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِیۡنَ وَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا

(سورۃ نوح، آیت 11-13)

(ترجمہ) میں نے ان سے کہا اپنے رب سے استغفار کرو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اگر تم توبہ کروگے تو برسنے والے بادل کو تمہاری طرف بھیجے گا اور مالوں اور اولاد سے تمہاری امداد کرے گا۔ اور تمہارے لئے باغات اگائے گا اور تمہارے لئے دریا چلائے گا۔

اب دیکھئے کتنا پر لطف مضمون ہے اور عقل انسانی کے لئے کسی اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی۔ وہی بارش جس کے سامنے طبعی قوانین کے نتیجہ میں نامعلوم طویل مدت پہلے سے تیار ہورہے تھے۔ وہی بارش عذاب بن کر بھی آسکتی تھی اور انعام بن کر بھی۔ اگر انعام بن کر آتی تو اس کے نتیجہ میں حضرت نوحؑ کے قول کے مطابق جو یقیناً وحی الٰہی تھا اس طرح وقفے وقفے کے ساتھ برستی کہ سیلاب لانے کی بجائے فیض رساں نہریں بہادیتی اور اس کے نتیجہ میں حضرت نوحؑ کی قوم کے اموال غیر معمولی برکت پاتے اور ان کے نفوس میں بھی برکت پڑتی۔لیکن افسوس انکار نے اس پانی کو کیسے عذاب کے پانی میں تبدیل کردیا کہ خطہ ارض کے کونے کونے میں طوفان نوحؑ ایک مثل بن چکا ہے۔

پانی کا ذکر چل پڑا ہے اس لئے ایک دفعہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پانی سے جو دو مختلف خدمات لی گئیں ان کا بیان بھی یہاں بے محل نہ ہوگا۔ ایک بات تو پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ کس طرح پانی کو عذاب الٰہی کے طور پر استعمال کیا گیا اور فرعون اور اس کی قوم کو اس کے نتیجہ میں ہلاک کردیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کے تعلق میں ہی پانی کے رحمت بننے کی ایک عملی مثال بھی موجود ہے۔جس پانی نے فرعون اور اس کے لشکر کو بے شمار وسائل کے باوجود مغلوب کردیا وہ پانی جب رحمت بنا تو ایک دودھ پیتے بچے حضرت موسیٰؑ کو ایک کمزور لکڑی کے صندوق میں اپنی لہروں پر بہائے ہوئے خطرے کی جگہ سے امن کے مقام کی طرف لے گیا اور ہلاکت کی بجائے نجات کا موجب بنا۔ اب دیکھ لیجئے کہ بظاہر دونوں واقعات طبعی محرکات کا نتیجہ تھے لیکن وہ بچہ جس نے بعد ازاں بڑے ہوکر نبوت کا دعویٰ کرنا تھا اور خدا کے عظیم الشان پیغمبر کے طور پر دنیا میں ظاہر ہونا تھا۔ اس کو تو انتہائی کمزوری، ناطاقتی اور کم مائیگی کے باوجود پانی ہلاک کرنے کی قدرت نہیں پاسکتا۔لیکن اس کے عظیم الشان اور دنیاوی لحاظ سے انتہائی طاقتور دشمن کو اپنے قوی وسائل کے باوجود خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتا ہے۔ اہل بصیرت کے لئے اس میں فکر و تدبر کے سامان موجود ہیں

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

بقیہ: مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو اور فرائیڈے دی ٹینتھ ......از صفحہ 08

تشریف لائے تو آپ نے اس عمارت کا باقاعدہ بطور بیت الرحمٰن مسجد افتتاح فرمایا۔ اس موقع کی یادگار کے لئے ملک حفیظ الرحمٰن صاحب صدر ایڈنبرا اور لجنہ ایڈنبرا

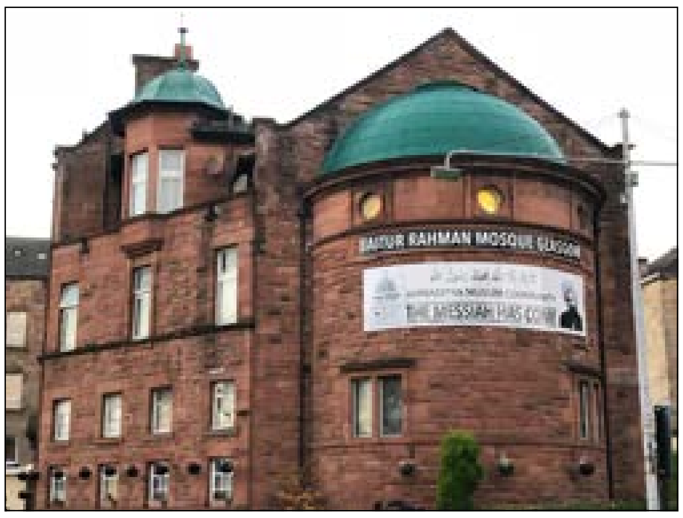

کی ایک ممبر مکرمہ نجمہ میکنزی نے ایک Plaque تیار کی جو صدر دروازے میں داخل ہونے کے بعد سیڑھیاں چڑھتے ہی دیوار پر نصب دکھائی دیتی ہے۔ اس تختی پر مختصراً اس مسجد کے لئے احبابِ جماعت کے انتھک وقارِ عمل اور حضور رحمہ اللہ کے ہاتھوں اس کے افتتاح کی تاریخ رقم کی گئی ہے۔ یہ ایک تین منزلہ عمارت ہے جو دو بڑے ہال، سات کمرے، چار سٹور، ایک تہہ خانہ نیز چار کمروں کے ایک مُربی ہاؤس پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں اس میں 9 عدد طہارت خانے، چار غسلخانے، باورچی خانہ اور وضو کی جگہوں کا اضافہ کیا گیا۔

درج ذیل احباب مسجد کی تلاش کی مہم میں شامل رہے:

1. مکرم شیخ مبارک احمد صاحب امام مسجد لندن (انہوں نے اس سلسلہ میں گلاسگو کے دورہ جات کئے جو 1980ء سے لے کر آئندہ سالوں تک شامل ہیں)
2. مکرم مولانا بشیر احمد صاحب آرچرڈ (ان کی سربراہی اور نگرانی میں مختلف جگہیں دیکھی گئیں)
3. ملک حفیظ الرحمٰن صاحب (انہوں نے گلاسگو میں ایک پلاٹ واقع پولک شاز روڈ کا نقشہ بھی منظوری کے لئے تیار کیا تھا)
4. مکرم منور احمد صاحب بی ٹی مرحوم
5. مکرم رشید احمد ظفر صاحب (انہوں نے 8 Haugh Road پر واقع Masonic Hall کی نشاندہی کی تھی)
6. مکرم ملک محمود احمد صاحب مرحوم (مسجد کی خرید کے وقت سیکرٹری جائیداد گلاسگو تھے)

مکرم عبدالغفار عابد صاحب (جو 1980ء میں گلاسگو آنے کے بعد اس مہم میں شامل ہوئے اور مسجد کی خرید کے وقت صدر جماعت گلاسگو تھے)

The GLASGOW Guardian
MUSLIM MISSION OPENS IN WEST END

آج کی دعا

رَبِّ اِنَّكَ جَنَّتِي وَرَحۡمَتُكَ جُنَّتِيۡ وَ اٰيَاتُكَ غِذَاۤءِي وَ فَضۡلُكَ رِدَاۤءِي

ترجمہ: ”اے میرے رب! بے شک تو میری جنت ہے۔اور تیری رحمت میری ڈھال ہے اور تیرے نشان میری غذا ہیں اور تیرا فضل میری چادر ہے“۔

یہ حضرت مسیحِ موعُودؑ کی خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کی بہت پیاری دعا ہے۔آپ اپنے نشاناتِ صداقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”سو خدا کا شکر ہے کہ مخلصین کی ایک بھاری جماعت میرے ساتھ ہے اور ہر ایک ان میں سے میرے لئے ایک نشان ہے یہ میرے خدا کا فضل ہے“۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 361)

ازطرف: قدسیہ محمود سردار

علیکم بالشفائین: العسل و القرآن

(قسط اوّل)

قرآنِ حکیم اور عسل مصفّٰی یعنی شہد میں روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج

خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کے دو انمول اور لامحدود خزانے

خدائے رحمٰن نے ہمیں دو ایسی انمول نعمتیں عطا کی ہیں جن میں اس نے ہمارے لئے روحانی اور جسمانی شفاء کے سامان رکھے ہیں۔ ایک تو ان میں سے قرآنِ شریف ہے اور دوسرا ہے شہد۔

قرآن کریم میں تین مختلف مقامات پر یہ دعویٰ بڑی تحدّی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ یہ لوگوں کی شفاء کا ایک عظیم وسیلہ ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۳میں فرمایا۔ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یعنی ہم نے قرآنِ کریم میں وہ کچھ نازل کیا ہے جو مؤمنوں کے لئے شفاء اور سراسر رحمت کا موجب ہے۔اسی طرح سورۂ یونس آیت ۵۸میں قرآنِ کریم کو شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ یعنی سینوں کی بیماریوں کے لئے شفاء کا ذریعہ قرار دیا ہے۔جبکہ سورۃ حٰمٓ سجدہ کی آیت ۴۵ میں دوبارہ اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ قرآنِ مجید مؤمنوں کے لئے ہدایت اور شفاء کا سرچشمہ ہے چنانچہ فرمایا۔ قُلۡ ہُوَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ہُدًی وَّ شِفَآءٌ۔

دوسرا بیش قیمت خزانہ جو خدائے رحمٰن نے ہمیں عطا کیا ہے وہ شہد کا انمول تحفہ ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ النحل آیت ۷۰میں شہد کے بارے میں فرماتا ہے فِیۡہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔یعنی اس میں بھی لوگوں کی شفاء کے سامان رکھے گئے ہیں۔آنحضور ﷺ نے اسی ضمن میں ہمیں تاکیدی ارشاد فرمایا ہے کہ عَلَیۡکُمۡ بِالشِّفَائَیۡنِ: اَلۡعَسَلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ (ابنِ ماجہ کتاب الطب باب العسل) یعنی شہد اور قرآن ہر دو شفاؤں کو تھامے رکھو اور ان سے اپنی روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج کرو۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ علیم وخبیر خدا ایک دعویٰ فرمائے اور اُس کا اصدق القول رسول ﷺ اس کی توثیق کرےئ اور وہ من وعن سچی اور پوری نہ ہو۔لہٰذا اس بات کی تائید میں چند واقعات و دلائل پیشِ خدمت ہیں۔

قرآنِ کریم۔اکسیرِ اعظم

قرآنِ کریم سے روحانی شفاء پانے کے چند واقعات

مندرجہ ذیل واقعات اس بات کی بیّن دلیل ہیں کہ قرآنِ کریم نے نہ صرف لوگوں کے دلوں کی ناپاکی اور رجس کو دور کیا بلکہ انہیں وہ نورِ صافی بخشا جس نے اُنہیں فرشتوں سے بھی افضل و ارفع مقام پر سرفراز کیا۔

حضرت عمرؓ کا قبولیتِ اسلام

حضرت عمر فاروقؓ کے دل کو خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار کرنے کا باعث یہ قرآنِ کریم ہی تھا۔روایات میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ جو قبولیتِ اسلام سے قبل اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے اس قدر مخالفت اور عناد رکھتے تھے کہ ایک دفعہ اپنے گھر سے تلوار اُٹھائے اس نیت سے نکلے کہ آج (معاذ اللہ) رسولِ خدا ﷺ کو شہید کر دیں گے لیکن ابھی رستے میں ہی تھے کہ نعیم بن عبد اللہ نے انہیں آگاہ کیا کہ تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی دونوں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپؓ اپنی بہن کے گھر تشریف لائے اور انہیں مارنا شروع کر دیا۔اس پر آپؓ کی بہن نے کہا اے عمر! جو کرنا ہے کرلو ہم اسلام کو ہرگز چھوڑنے والے نہیں ہیں۔بہن کی زخمی حالت دیکھ کر جب آپؓ کا دل کچھ نرم ہوا تو کہا کہ تم میرے آنے سے قبل جو پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی دکھاؤ۔اس پر آپکی بہن نے آپؓ کو سورۃ الحدید کی کچھ آیات اوراق پر تحریر شدہ عطا کیں جن کو پڑھتے ہی حضرت عمرؓ کا دل خدا اور رسولِ خدا اور اسلام کے حق میں مسخّر ہوگیا۔اور اس محبت او راخلاص و وفا میں اس قدر ترقی کی کہ اسلام کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور آپؓ کا نام تاابد عزت و توقیر سے لیا جاتا رہے گا۔ انشاء اللہ (سیر الصحابۃ جلد اوّل صفحہ ۹۸۔۹۹)

حضرت نجاشیؓ شاہِ حبشہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا بہہ پڑنا

حضرت نجاشیؓ جو حبشہ کے بادشاہ تھے جب ان کے دربار میں حضرت جعفر بن طیارؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات کی تلاوت کی تو آپؓ پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ کہنے لگے۔خدا کی قسم! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرَتو ہیں۔

(سیرت النبیؐ از علامہ شبلی نعمانی حصہ سوئم صفحہ ۲۹۰)

شعراء نے شعر کہنا چھوڑ دیئے

حضرت حسّان بن ثابت، حضرت عامر بن اکوع، حضرت طفیل بن عمرو، حضرت اسود بن سریع، حضرت کعب بن زبیر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم سب عرب کے مشہور شعراء میں گردانے جاتے تھے لیکن جب قرآنِ کریم سُنا تو اسی کے دیوانے ہوگئے۔ایک مشہور شاعر لبید نے تو یہ کہہ کر شعر کہنا چھوڑ دیئے کہ جب خدا نے مجھے البقرۃ اور آلِ عمران سکھادی ہے تو اب دل کی تسکین کا سامان کہیں اور تلاش کیا ہی نہیں جاسکتا۔

(سیرت النبیؐ از علامہ شبلی نعمانی حصہ سوئم صفحہ ۲۸۹)

ایک کہانی مسیح پاکؑ کی زبانی

۵ ستمبر ۱۹۹۸ء کے روز بعد نمازِ عصر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی درخواست پر حضرت مسیحِ موعودؑ نے ایک بزرگ اور چور کی کہانی سُنائی۔جس میں ایک چور کسی جنگل میں ایک بزرگ کو لوٹنے لگا تو اس اس بزرگ نے یہ آیت پڑھی وَ فِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ یعنی تمہارا رزق آسمان پر موجود ہے تم خدا پر بھروسہ کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور چوری چھوڑ دو وہ تمہاری تمام ضروریات پوری فرمائے گا۔اس پر اس چور نے توبہ کی اور اس بات پر عمل کرنے لگا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے اسقدر نوازا کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں اسے کھانا ملنے لگا۔وہ کھانا کھاکر برتن اپنی جھونپڑی سے باہر پھینک دیتا تھا۔کچھ عرصے بعد جب اس کی ملاقات دوبارہ اُسی بزرگ سے ہوئی تو یہ ان سے کہنے لگا کہ مجھے کوئی اور آیت بتائیں۔اس پر اس بزرگ نے یہ آیت پڑھی ۔فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ یعنی وہی ہے جو آسمان اور زمین میں حق ہے۔ یہ پاک الفاظ سُن کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ خدا کی قدر ومنزلت سے تڑپ اُٹھا اور اسی میں جان دے دی۔

(حیاتِ احمد جلد اوّل نمبر دوئم صفحہ ۱۵۶مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

راجہ اطہر قدوس

NickName اور اسلامی ہدایات

موجودہ زمانے میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بہت سے معاشروں میں nickname رکھنے کا بہت رواج ہے۔ یہ رواج مغربی معاشرے کے علاوہ ہمارے مشرقی معاشرے کا بھی حصہ ہے۔اگر ہم اپنے آس پاس نظر دوڑائیں تو ہمیں بہت سے لوگ nicknames پکارتے ہوئے نظر آئیں گے۔یہ عادت معاشرے میں بسا اوقات اتنی راسخ ہو چکی ہوتی ہے کہ کئی دفعہ کسی فرد کا اصل نام بھی یاد نہیں رہتا۔

بعض اوقات لوگ ایک دوسرے کو ایسے ناموں سے پکارتے ہیں جو ادب و احترام کے خلاف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات انجانے میں خدائی صفات کی بے حرمتی کا باعث بن رہے ہوتے ہیں۔اسلام ہمیں کسی کو اس طرح پکارنے سے منع کرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے بعض اوقات ایسے ناموں سے پکارنے کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں ہوتا، مگر وہ نام کے مطالب اور ان کے مفاہیم کو مسخ کر دیتا ہے۔

نام بگاڑنے کی ممانعت

اسلام کے مطابق کسی کا نام بگاڑنا ایک سخت گناہ ہے۔قرآن میں خدا تعالی نے اس کے بارے میں بہت سخت الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ خدا تعالی فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡہُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ

(الحجرات 12)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوجائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوجائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد کسی کا نام بگاڑنا یا کسی کو تمسخر کے ساتھ پکارنا ایک بڑا گناہ ہے۔ اس لئے اس سے حتی الوسع اجتناب کرنا چاہئے۔

اچھے نام اور محبت کے ساتھ پکارنا

اوپر بیان کی گئی تمام باتوں کے بعد اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ کیا اسلام نے nickname رکھنے کی اجازت دی ہے؟اگر ہم اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر دوڑائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات مبارک میں بہت سے لوگوں کو پیار بھرے ناموں سے بھی پکارا کرتے تھے۔ مگر ان ناموں کا پکارنا کسی بھی طرح اس قرآنی آیت کی خلاف ورزی نہیں تھا۔کیونکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کا نام نہیں بگاڑا اور نہ ہی کبھی کسی کی دل آزاری کیلئے اس کا نام تبدیل کیا۔ بلکہ اس کے برعکس آپ نے ہمیشہ پیار اور محبت سے ایسے پکارا کہ سننے والے کو بھی حلاوت محسوس ہوئی۔ ذیل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے چند مثالیں پیش ہیں۔

* ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ اکثر اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو پیار سے ’’عائش‘‘ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ذکر آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا

یَا عَائِشَ ھَذَا جِبۡرِیلُ یُقۡرِئُکِ السَّلَامَ

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنھا)

بقیہ صفحہ 3 پر

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ارشد محمود خاں۔ گلاسگو

مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو اور فرائیڈے دی ٹینتھ کی خوشخبری کا خوبصورت تعلق

اسکاٹ لینڈ میں مشن ہاؤس اور مسجد کے حصول کے لئے عرصہ دراز سے کوششیں جاری تھیں۔محترم امام بشیر احمد رفیق صاحب مرحوم نے بتایا کہ اُنہوں نے غالباً 1963ء میں ایڈنبرا کے علاقہ Granton میں اس غرض کے لئے فلیٹ خریدا تھا لیکن اس علاقہ میں رہنے والوں کے اعتراض کی وجہ سے کونسل نے اُس کی منظوری نہ دی۔ اُس کے بعد مکرم شیخ مبارک احمد صاحب امام مسجد لندن کے زیرِ نگرانی گلاسگو میں جگہ کی تلاش شروع ہوئی۔مکرم بشیر احمد آرچرڈ صاحب مرحوم مبلغ اسکاٹ لینڈ نے ملک حفیظ الرحمٰن صاحب کو ہدایت کی کہ ایڈنبرا میں بھی ساتھ ساتھ کوشش جاری رکھی جائے۔ جس شہر میں بھی جگہ ملے وہ لینے کی کوشش کی جائے، چونکہ جماعت کے ممبران کی تعداد گلاسگو میں زیادہ تھی اس لئے زیادہ توجہ گلاسگو پر ہی مرکوز رہی چنانچہ چھ مختلف عمارات یا زمینیں دیکھی گئیں جن میں Masonic Hall 8 Haugh Road Glasgow بھی شامل تھی چنانچہ یہ عمارت دسمبر 1984ء میں خرید لی گئی جو گلاسگو یونیورسٹی کے قریب ہے۔

اس عمارت کا جماعت کو ملنا بھی خُدا تعالیٰ کا ایک خاص نشان ہے کیونکہ پہلی دفعہ جب اس کی خرید کے لئے جماعت نے £55,000 پچپن ہزار پاؤنڈز کی آفر بھجوائی تو کسی دوسری تنظیم کی زیادہ پیش کش کی وجہ سے ہمیں یہ عمارت نہ مل سکی مگر بعد میں جب اُس تنظیم کو اپنے مطلوبہ مقاصد کے استعمال کی اجازت گلاسگو سٹی کونسل کی طرف سے نہ ملی تو یہ دوبارہ مارکیٹ میں آ گئی جس پر جماعت نے ساٹھ ہزار پاؤنڈز کی آفر بھجوائی مگر اس دفعہ بھی کسی دوسری زیادہ پیش کش کی وجہ سے یہ پھر ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں خرید کی اس کوشش کی تفصیل بھجوائی گئی تو حضورؒ نے فرمایا کہ یہ اگر ہمارے مقدر میں ہے تو ہمیں ضرور مل جائے گی۔ چند ماہ کے بعد جماعت کو پھر اطلاع ملی کہ عمارت دوبارہ مارکیٹ میں آ گئی ہے اور جب اس کا جائزہ لیا گیا تو عمارت کی حالت خالی رہنے کی وجہ سے کافی ناگفتہ بہ تھی۔ اس لئے جماعت نے پہلی آفر سے کم تیسری بار صرف £ 35,000 پینتیس ہزار پاؤنڈز پیش کش بھجوائی اور چونکہ یہ ہمارے مقدر میں تھی اس لئے ہمیں مل گئی۔

10 مئی 1985ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ کے ساتھ اس مسجد کا، مرمت کے کام سے پہلے، رسمی افتتاح فرمایا اور اس ایمان افروز خُطبہ میں جماعت گلاسگو کو اُس کی آنے والی عظیم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی، خصوصاً تبلیغ کے میدان میں مُتحرک ہونے پر زور دیا۔ اس ایمان افروز خُطبہ میں آپ نے بیت الرحمٰن مسجد کی خرید اور اس مسجد کی غرض و غائیت کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کُچھ دوستوں کا خیال تھا کہ اتنی بڑی مسجد لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ جماعت بہت ہی تھوڑی تعداد میں ہے اور وہ بھی پورے اسکاٹ لینڈ میں بکھری ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن یہ جگہ بھی چھوٹی پڑ جائے گی جیسا کہ جماعت کی تاریخ سے ثابت ہے۔ نیز آپ نے اس تاریخی خُطبہ میں اپنی Friday the 10th والی پیش خبری کی تشریح بھی فرمائی۔حضور رحمہ اللہ نے فرمایا: جمعہ اور خوشخبریوں کی باتیں ہو رہی تھیں اس ضمن میں یاد آیا کہ یہ جمعہ (10 مئی 1985ء۔ ناقل) اتفاق سے ایسا ہے کہ آج دس تاریخ کو ہو رہا ہے یعنی آج مئی کی دس تاریخ ہے اور جمعہ بھی ہے اور جب میں یورپ کے سفر پر تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کشفی نظارہ دکھایا تھا کہ سامنے ایک گھڑی ہے جس پر صرف دس کا عدد بہت نمایاں اور روشن ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے اور جس روز یہ نظارہ دیکھا وہ بھی جمعہ کا دن تھا یا ایک دن پہلے کی بات ہے مگر بہر حال میری زبان پر جاری ہوتا ہے Friday the 10th ۔۔۔۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ جماعت کیلئے بہت بڑی خوشخبری عطا کی جارہی ہے۔ بہر حال میں نے اس کا ذکر خطبہ میں کیا تو متفرق رنگ میں اسکی تعبیریں کی جانے لگیں۔۔۔۔۔ پھر بعض لوگوں نے مجھے خط لکھا کہ ہم نے حساب کیا ہے کہ یہ تاریخ مئی کی دسویں بنتی ہے یعنی آج (10 مئی 1985ء۔ ناقل) تو میں نے کہا کہ اللہ آپ کی زبان مبارک کرے اگر یہی دسویں ہے تو میرے لئے اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے۔۔۔۔(خطبات طاہر صفحہ 425)

https://www.alislam.org/urdu/sermon/FST19850510-UR.pdf

اس عمارت کی حالت خالی رہنے کی وجہ سے کافی ناگفتہ بہ تھی اور جب اس کی مرمت وصفائی وغیرہ کا تخمینہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں مولانا لئیق احمد طاہر مبلغ اسکاٹ لینڈ نے 24 اپریل 1987ء کو پیش کیا تو یہ کئی لاکھ پاؤنڈ کا بنتا تھا۔مُربی صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر یہ سارا کام وقارِ عمل کے ذریعے شروع کر دیا جائے تو کافی بچت ہوسکتی ہے۔ اس تجویز کو حضور رحمہ اللہ نے منظور فرمایا اور برطانیہ کی ساری جماعتوں کو اس کی تحریک کر دی اور مکرم عبد الرشید صاحب آرکیٹکٹ کو سارے منصوبے کی نگرانی سونپی گئی۔مکرم عبد الرشید صاحب نے مورخہ 8 مئی 1987ء کو عمارت کا پہلا سروے کیا اور رپورٹ حضور رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی۔ گلاسگو جماعت کے چار ماہ کے مسلسل وقارِ عمل کے نتیجہ میں یہ عمارت عارضی طور پر قابلِ استعمال ہوسکی۔ بعد ازاں اس پر ایک لاکھ پاؤنڈز سے زائد کی رقم خرچ ہوئی اور ایک سال کے مسلسل وقارِ عمل کے نتیجہ میں اس کی تزئین وآرائش مکمل ہوئی اور تمام پرانے دروازوں، کھڑکیوں، روشندانوں اور لکڑی کے فرش وغیرہ کو تبدیل کیا گیا اور نئی سہولتوں کا اضافہ کیا گیا۔ ٹیلفورڈ (اسلام آباد) سے مکرم احسان احمد صاحب اور مکرم عزیز احمد صاحب نے جو لکڑی کے کام میں مہارت رکھتے تھے، نہایت جانفشانی سے کئی ماہ تک کام کیا۔بجلی کا کام مکرم مظفر احمد صاحب اور پلمبنگ کا کام مکرم تاج الدین صاحب نے کئی ماہ کی سخت محنت سے انجام دیا۔ اس وسیع وقارِ عمل کے کام میں گلاسگو، ایڈنبرا، ہڈرزفیلڈ اور بریڈفورڈ کے احمدی احباب نے حصہ لیا۔ گلاسگو جماعت کے بہت سے احباب نے بہت محنت سے اس کام میں حصہ لیا جن میں نمایاں اس وقت کے صدر جماعت گلاسگو محترم عبد الغفار عابد صاحب کا نام ہے۔

8 اپریل 1988ء میں جب حضور رحمہ اللہ اسکاٹ لینڈ

بقیہ صفحہ 6 پر

طلوع وغروب آفتاب

24جون2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:12	19:06
مدینہ منورہ	04:03	19:14
قادیان	03:44	19:38
ربوہ	03:24	19:17
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:19	21:23